بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پہلے انتخاب نوّے دن کے اندر اندر ـــــ پھر حالات کی درستی اور احتساب کے لیے التوا ـــــ پھر اسلام کے نفاذ کے لیے مزید التوا ـــــ پھر یہ بحث کہ نظامِ مملکت کیسا ہو؟ صدارتی[1] یا پارلیمانی؟ انتخابات کس طریق پر ہوں؟ مغربی جمہوریت کے تحت یا اسلامی[2] جمہوریت کے مطابق؟ ۱۹۸۴ء میں یا ۱۹۸۵ء میں؟ سیلیکشن کی شکل میں یا الیکشن ہی کی صورت میں؟ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق یا انصاری کمیشن کی سفارشات کے مطابق؟

۱ـ کبھی لکھنے والا آدمی سخت کڑھتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کی محنت رائیگاں گئی۔ ایوب صاحب کے دَور میں جب صدارتی نظام کا غلغلہ شروع ہوا تو راقم نے ایک مختصر کتاب "امریکہ کا صدارتی نظام" لکھ کر یہ واضح کیا کہ وہ نظام اپنے مخصوص فطری احوال میں پروان چڑھا اور پھر اس کے اندر تقسیم اختیارات اور اداروں میں "مزاحمتوں اور توازنات" کے ضابطے ایسے پیچیدہ ہیں کہ ہمارے ملک کی ذہنی سطح اس کو برداشت نہیں کر سکتی، اور اگر اسے نافذ کر بھی دیا جائے تو ایک شاندار قسم کی جمہوریت نما آمریت وجود میں آسکتی ہے۔ اب اسے کون پڑھے اور کیوں پڑھے؟

۲ـ غالباً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریت میں جمہوریت نہیں ہوتی۔ جو سلطان بن گیا بس وہ خداوند قرار پایا۔ کم سے کم بنو اُمیہ اور بنو عباس کے دَور میں ایسا ہی سمجھا گیا اور اسی کے مطابق برتاؤ کیا گیا اور پھر اسی کے مطابق وہ دردناک نتائج بھگتنے پڑے جن سے ہماری تاریخ کے اوراق آج بھی لہو سے رنگین ہیں۔ اور ہماری جبینوں پر ذلت کے داغ لگے رہ گئے ہیں۔

گو مگو اور حیص بیص کی یہ رسّی اتنی دراز ہوتی چلی جا رہی ہے کہ کسی کے لیے اب یہ توقع کرنا عبث ہے کہ یہاں کبھی انتخابات ہوں گے اور ہوں گے تو کب ہوں گے نیز کس شان کے ہوں گے۔

مزید ستم یہ کہ اسلام اسلام پکارنے والی حکومت تمام ان حقوق کو اس ملک میں یکے بعد دیگرے مسلسل ملیامیٹ کرتی جا رہی ہے جو اللہ کی طرف سے طے، رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے مسلمہ اور بندگانِ خدا سے بالکل غیر منفک ہیں۔ کوئی پارلیمنٹ، کوئی وزیر، کوئی صدر اور کوئی محکمہ یا ادارہ ان میں سے کسی حق کو من مانے طریق پر یک طرفہ سلب نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی صاحبِ اقتدار کسی صاحبِ حق کو اپنے حق سے محرومی کے خلاف عدالت سے رجوع کرنے سے روک سکتا ہے بلکہ کسی بڑی سے بڑی عدالت کا جج بھی محض ذاتی صوابدید پر یا حکومت کو خوش کرنے کے لیے شریعت سے بے نیاز ہو کر اور غیر اسلامی عدالتی نظاموں کے نظائر کا سہارا لے کر، خدا و رسولؐ کے خلاف فیصلہ دینے کا مجاز نہیں ہے۔

ان میں سے آزادیٔ اظہار کا حق بے حد اہمیت رکھتا ہے، اسی طرح آزادیٔ اجتماع کے حق کو سلب نہیں کیا جا سکتا۔ نہ کسی کو بلا ثبوت جرم گرفتار رکھا جا سکتا ہے۔ کسی کو نظر بند کرنے کے لیے واضح وجوہ ہونے چاہئیں، جنہیں کوئی شخص چاہے تو عدالت میں لے جا سکے۔ اسی طرح ایک اسلامی حکومت کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ اپنے عوام کو جان و مال، عزت اور آبرو کا تحفظ فراہم کرے لیکن ہمارے ہاں یہ حقوق پامال ہوتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی پامالی مسلسل بڑھ رہی ہے اور اس بارے میں خود حکام کی کارکردگی انتہائی پست بلکہ شرمناک ہے۔ وہ جرائم پیشہ لوگوں کے مقابلے میں بے بس ہو رہے ہیں۔

کیا یہ حالات بحالیٔ جمہوریت اور انعقادِ انتخابات[1] اور نفاذِ اسلام کے حالات ہیں۔

---

[1] پہلے بات کو ٹالتے ٹالتے معاملہ یہاں پہنچا تھا کہ کم سے کم صوبائی انتخابات اکتوبر ۱۹۸۴ء میں کرائے جائیں گے، آج (۲۰ فروری) کا تازہ اخباری نشریہ بتاتا ہے کہ ہر دو سطح کے انتخابات مارچ ۱۹۸۵ء تک ہوں گے۔

اس گفتگو سے تھوڑا سا ہٹ کر ہم یہ بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ اس دوران میں امریکہ بھی اپنا کوئی منصوبہ رکھتا ہے اور اُسے عمل میں لانا چاہتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک ـــــ خصوصاً مسلم ممالک کے متعلق اس کی پالیسی یہ ہے کہ ان کو سیاسی استحکام حاصل کرنے سے روکے جس پر ساری قوت اور ترقی کا دارومدار اور عالمی اثر و رسوخ کا انحصار ہے۔ اس نے ایف ۱۶ اگرچہ ہمیں بھاری شرح سود پر قرض کے طور پر دیے ہیں مگر اس "امداد" کی بھی وہ پوری قیمت وصول کرنا چاہتا ہے۔ ہم مختلف ملکوں کے احوال کو گنوا نہیں سکتے، مگر دنیا کے نقشے پر ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں کہ آزاد مسلم ملکوں کو اس نے ایک خاص طرح بے بس کر رکھا ہے، اور کمزور مسلم ممالک اور مخلوط عیسائی اور مسلم آبادی والے ممالک میں (جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے) وہ مسلمانوں کے قتلِ عام اور ان کی تباہی اور سیاسی محرومی اور معاشی بدحالی کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ نیز آسام اور بھارت کے دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی جو نسل کشی ہو رہی ہے، اس پر اس نے بین الاقوامی اسٹیج سے بھی کبھی آواز بلند نہیں کی اور نہ کبھی آواز بلند کرنے والوں کی ہمت افزائی کی ہے۔ اِدھر خصوصاً ایک تو ایران کے تلخ ترین تجربے کے بعد جہاں کے انقلاب نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جیسے کسی سانپ کی گردن پکڑ کر اسے زمین پر مسلسل رگڑا جاتا ہے، دوسرے لبنان میں مسلمانوں کی تباہی کے لیے اسرائیلی اسلحہ و سپاہ کی بھاری اور وحشیانہ قوت پہلے ہی موجود تھی۔ امریکہ اپنی قوت بھی بڑے طنطنے سے اس کی پشت پناہی کے لیے لے کے پہنچا مگر رہی سہی عزت خاک میں مل گئی۔ اسرائیل کے بعد مصر کھلم کھلا کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے حلقے توڑ چکا ہے، لہٰذا اب امریکہ افغانیوں کو تھپکی اور خیرات دینے کے ساتھ ساتھ اس پر خوش ہے کہ دنیا کی ایک بہادر ترین اسلامی قوم اور اس کا وطن تباہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور اس تباہ شدہ قوم کو ایک وقت وہ روس سے مل کر اس پر مجبور کر دے گا کہ اسلامیت کے موقف کو چھوڑ کر وہ ایک نیم لادین، نیم اشتراکی حکومت پر راضی ہو جائیں (خدا کرے کہ ایسا نہ ہو!)

اِدھر دوسری طرف اس نے ہمیں ایف ۱۶ دے کر جو احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ اس کا حساب برابر کرنے کے لیے وہ بھارت کو (جہاں روس نے پہلے ہی قسم قسم کے اسلحہ کے انبار لگا دیے ہیں)

الیف ۲۰ طیارے دے رہا ہے، بلکہ اُن کی ٹیکنالوجی بھی، تاکہ خود بھارت ہی یہ طیارے تیار ہونے لگیں۔ اس سے ذرا اُس دوستی اور نوازش کا اندازہ کیجیے جس سے ہمیں بہرہ مند فرمایا گیا ہے۔ وہ ہمارے مسلم قوم ہونے کی سزا ہمیں ضرور دے گا۔

اِس وقت امریکہ اپنی صہیونی ڈپلومیسی کے زیرِ اثر جو دوسری کارروائی کرنے کے درپے ہے، وہ یہ ہے کہ پاکستان کو سیاسی استحکام اور تسلسل سے محروم کر دے، معاشی ترقی اور ایٹمی خودکفالتی اسے حاصل نہ ہو، اس کے عوام اور حکمرانوں میں فاصلہ بڑھے، اس میں اسلام کے اُبھرنے کے امکانات اور ان کے محرکات کو کم کیا جائے، اور انتشار اور مایوسی کی ایسی فضا پیدا کر دی جائے (یہ کام خاصا ہو چکا ہے) کہ اُوپر ہی اُوپر کوئی ایسی تبدیلی لائی جا سکے جو پاکستان کو نہ اِدھر کا چھوڑے، نہ اُدھر کا![1]

اور یہاں پہلے یہ ہو ہی چکا تھا کہ تمام سیاسی پارٹیاں کالعدم، متعدد لیڈر نظر بند، بہت سے لیڈروں کے لیے ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں داخلہ ممنوع، اخبار کی رگ ہائے گلو پر نشتر، ان میں سے کسی سے کوئی گفتگو نہیں، کسی سے افہام و تفہیم نہیں اور اب تازہ قدم یہ اُٹھایا گیا ہے کہ اسلامی رجحان کے طلبہ کی بڑھتی ہوئی قوت کو عالمِ بالا کے ذوقِ فروغِ اسلام نے بڑے خطرے کی نظر سے دیکھا، اور اس اکثریتی عنصر کی قوّت کو درس گاہوں میں ختم کرنے کے لیے بظاہر ساری یونینوں پر پابندی لگا دی۔ یہ پابندی مارشل لا کے ایک ایسے حکم سے لگائی گئی ہے جس کے تحت درس گاہوں کے پرنسپلوں اور وائس چانسلروں کو بھی مارشل لا ایڈمنسٹریٹروں

---

[1] واضح رہے کہ امریکہ ہر زیرِ اثر ملک کے لیڈروں، جرنیلوں اور بیوروکریٹس میں کام کے آدمیوں کی ایک فہرست تیار رکھتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے کسی کے کان میں سرگوشی کرنے کی راہیں نکال لیتا ہے، اعداد و شمار جمع کرتا ہے، مؤثر قوتوں کو دبانے کے لیے دلکش منصوبے تیار کرتا ہے۔ معاملہ افراد ہی کا نہیں، راجہ منور اور ڈاکٹر افضل جیسے لوگوں کے پیچھے وہ گروہ ہے جو پہلے انگریز کا خودکاشتہ پودا تھا اور اب اس کی جڑیں اسرائیل اور امریکہ تک پہنچتی ہیں۔

جیسے اختیارات کے پستولوں سے مسلح کر دیا گیا ہے۔ افسوس کہ دنیا کے ایسے تجربات سے ہمارے بزرگ آشنا نہیں کہ جہاں تعلیم گاہوں میں اسلامی رجحان کے طلبہ کو دبا یا گیا ہے وہاں پھر لازماً لادین اور کمیونسٹ عناصر حکمران بن جاتے رہے ہیں۔ یہاں ابھی سے "ڈسکو ڈانس" کے ریکارڈ ہوسٹلوں میں اور مجالس میں بجنے شروع ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے ایک تجربہ مصر نے کیا تھا۔ اور اس کے نتائج بد اُسے بھگتنے پڑے۔ دوسرا تجربہ صدر نمیری صاحب کا تھا جو اُدھر کا سارا مزہ چکھ کر پھر اسی نتیجے پر پہنچے کہ طلبہ کی اسلامی قوت کا کارفرما ہونا ضروری ہے۔ کابل یونیورسٹی پر یہ تاریک دور گذر چکا ہے کہ وہاں کوئی مسلمان طالب علم نماز پڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آخر دو چار نوجوانوں نے خفیہ مشورے کے بعد آہستہ آہستہ زیرِ سطح کام کرنا شروع کیا، جس کے نتیجے میں پھر وہاں کمیونسٹوں کے لیے سر اُٹھانے کا موقع ختم ہو گیا، تا آنکہ تحریکِ جہاد شروع ہو گئی۔

یقیناً یہاں امریکہ کی تمنائے مخفی کی تکمیل ہو گئی ہے کہ پہلے احیائے اسلام کی علمبردار جماعتیں زیرِ پابندی تھیں اور اب مسلم نوجوان قوت پر بھی پورا وار کر دیا گیا ہے۔

طلبا کے خلاف اس اقدام نے ملک کے اندر اور باہر عالم اسلام میں اہلِ دین کو سخت مضطرب کر دیا ہے[1]۔ آخر یہ اپنی قوم کے جگر گوشے اور اس کی امیدوں کے مرکز ہیں۔ ان کی یہ عظیم الشان خدمات ناقابلِ فراموش ہیں کہ انہوں نے نئے آنے والے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی، ان کو نماز[2]

---

[1] ہم یہ سوچتے رہے کہ کہیں حالات کا کوئی مدوجزر انتخابات کو ٹالنے کا بہانہ نہ بن جائے، کسی سیاسی مدوجزر کی وجہ سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ملک کا نقصان نہ ہو اور کوئی غیر ملکی فتنہ پھیل نہ سکے۔ اسے ہماری کمزوری سمجھ لیا گیا ہے اور اس کمزوری سے اب ناجائز فائدہ اُٹھایا جانے لگا ہے۔

[2] اتنے نمازی تو مارشل لا حکومت کے فرمانِ اقامتِ صلوٰۃ سے بھی پیدا نہ ہو سکے ہوں گے۔

اور اخلاق کا پابند کیا اور پھر لادین اور کمیونسٹ مفاد پرست منافقوں کو اپنی اکثریت سے اس طرح دبا دیا کہ وہ اکثر مقامات پہ تیرہ تیرہ گروپوں سے مل کر انتخابی مقابلے میں اسلامی قوت سے شکست کھا گئے۔

ان پہ اب جو وار ہوا ہے، ہم سب اور پوری قوم کے دل اس سے مجروح ہوئے ہیں ان کا دکھ ہمارا دکھ ہے، ان کا کرب ہمارا کرب ہے۔ یہ تو ناقابل برداشت ہے کہ ان کے ساتھ جو بھی ذلیل سے ذلیل سلوک روا رکھا جائے اس پہ کسی طرف کوئی احساس کرب ہی نمودار نہ ہو۔

یہ قدرتی بات تھی کہ ایک وسیع نوجوان قوت کو آپ اچانک پوری طرح ملیا میٹ کرنے کا اقدام کریں تو اس پر بے اختیارانہ ردّعمل نہ ہو۔ یہ کیسے فرض کیا گیا کہ ہر طرف سے نوجوانوں کی قطاریں سر جھکا کر آمنّا وصدّقنا کہ دیں اور جشن منائیں یا سناٹا چھایا رہے۔ حکام چاہتے تو اس فطری ردِّعمل کا لحاظ کرتے ہوئے قدرے نرمی اور ملاطفت سے کام لیتے اور کچھ لوگوں کے لیے ممکن ہوتا کہ وہ ان کو صبر وضبط کی تلقین کرتے۔ مگر ابتدا ہی سے نہایت سخت گیری سے کام لیا گیا۔ جس کو چاہا پکڑا اور جسے چاہا یونیورسٹی یا کالج سے نکال دیا۔ اور اس مہم میں بڑی پھرتی اور تیزی دکھائی گئی۔ بلکہ ایسی صورتیں بھی علم میں آئیں کہ اُوپر سے کچھ طلبا کے نام لے کر پرنسپلوں کو کہا گیا کہ ان کو نکالو یا رپورٹ کر کے گرفتار کراؤ۔ اکادکا مثال ایسی بھی ہے کہ کسی پرنسپل نے اُوپر والوں سے کہا کہ ان لڑکوں کا کوئی جرم ہی نہیں اور انہوں نے کوئی ایسی کارروائی ہی نہیں کی جس پہ میں اقدام کروں تو اُسے کہا گیا کہ اچھا پھر گریڈ اور سکیل کے لحاظ سے ایک درجہ نیچے جانا ہوگا۔ اس باضمیر نے اس کو قبول کر لیا۔

پکڑ دھکڑ ہوا ہی کرتی ہے، مگر اس میں ایک تو جرم کرنے اور نہ کرنے والوں میں فرق کیا جانا لازم ہے، دوسرے اگر پولیس کسی جرم میں جس نوجوان کو لے جائے، چاہیے کہ اس کا ریکارڈ کسی عدالت کے سامنے پیش کرے اور اُسے قانون کے مطابق سزا دلوائے۔ مگر یہاں تو یہ حال ہوا ہے کہ تھانوں اور حوالاتوں میں لے جا کر طلبہ کو نشانۂ عقوبت بنایا گیا ہے۔ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ گوجرانوالہ میں ایک لڑکے کو ننگا کر کے اس کے موٹے زہار کو دیا سلائیوں سے

جلا یا گیا اور اُس کی چیخیں ساتھ کے کمرے میں بیٹھے ہوئے حوالاتیوں نے سُنیں پھر زیرِ تفتیش بدمعاشوں سے کہا گیا کہ کوئی ہے جو چل کر اس کے ساتھ حرکتِ شنیعہ کا ارتکاب کرے۔ اس پر سب نے انکار کیا تو پولیس والوں نے کہا کہ اچھا اس "نیک کام" کا انتظام بھی ہم کو خود ہی کرنا ہوگا۔ یہ ہیں نفاذِ قانون اور لوگوں کے جان و مال و آبرو کے محافظ جن کی حرکات خدا کے غضب کو بھڑکانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ کیا ایسے انبارِ غلاظت کے ہوتے ہوئے اس پر اسلام کا بورڈ لگانا سجنا ہے؟ کیا ایسے کارندوں کا نوٹس لینے والا کوئی ہے؟ کیا انہیں شریعت کے مطابق سزا دینے کی قوت مارشل لا کے بازوؤں میں ہے۔

کیا تم لوگ آنکھوں سے دیکھ نہیں رہے کہ تمہارے شمال اور جنوب میں دو قوتیں قدرت نے ایسی کھڑی کر رکھی ہیں کہ اگر وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں ڈھیل دے دے تو نہ عہدے رہیں گے، نہ عمارتیں اور نہ دولت کے انبار۔ پھر کیا تم ڈرتے نہیں! کیا اُس وقت تم کو ڈاکٹر افضل پناہ دے گا؟

یہ سارے احوال ڈاکٹر افضل کے پیدا کردہ ہیں، خدا را قوم کو اس سے نجات دلوائیے۔

موجودہ بے بسی کی حالت میں میرے دل سے بے اختیار یہ دُعا اُٹھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے ناپاک لوگوں سے اس ملک کو پاک کرے۔ اس طرح کی حرکات کے جو مرتکب ہوں اور ان حرکات کی ذمہ داری جہاں جہاں تک جس جس درجے میں جاتی ہو ایسے تمام لوگوں کو ان کے حصے کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی گرفت میں لے کر دنیا میں بھی سامانِ عبرت بنائے اور آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رکھے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن میں اپنے گھر کے تمام لوگوں سے کہوں کہ وہ نوافل ادا کرے اور قرآن پڑھ کر یہی دُعا مانگیں، بلکہ مُلک بھر میں جو اسلام پسند گھرانے موجود ہیں ان سب میں ایسا ایک دن منایا جانا چاہیے۔

یہ دُعا بھی کیجیے کہ خدا ڈاکٹر افضل سے اور اس کے مشورے سے نافذ شدہ مارشل لا آرڈر سے قوم کو نجات دلائے۔

طلبہ کی یونینوں کو ختم کرنے کے بعد میرا خیال ہے کہ ٹریڈ یونینوں کو بھی ختم کر دیا جائے گا اور

جب ملک سیاسی طور پر پوری طرح ایک قبرستان بن جائے گا تو کسی خاص طرح کے نام نہاد انتخابات کرا لیے جائیں گے اور ان کے لیے جبری ووٹ (بہ زور قانون) حاصل کیے جائیں گے۔ کیونکہ عوام کی رغبت تو ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ان حالات میں دوسروں پر تو میرا اختیار نہیں لیکن اگر قانون کے دباؤ سے مجھے مجبور نہ کیا گیا تو آج سے میرا ضمیر کسی ایسے شخص یا ادارے کو ووٹ دینے کے لیے تیار نہیں جس کا مقصد کسی خاص اقتدار کو طول دینا ہو یا کسی خاص طرح کی آمریت (بہ پردہ جمہوریت سہی) قائم کرنا مطلوب ہو۔

اتنا کہہ دینا اتمام حجت کے لیے ضروری ہے کہ جو حکومت نہ لیڈروں سے بات بنا سکے، نہ پارٹیوں سے افہام و تفہیم کرنے پر تیار ہو، نہ کسی مؤثر تنظیم کا (خواہ وہ اسلامی ہو) وجود گوارا نہ کر سکے، وہ اگر ووٹ لیے بغیر یا ووٹ لے کر بھی اقتدار کا دوام چاہے تو ایسا نہ پہلے کبھی ہوا نہ آئندہ ہو سکے گا، حتیٰ کہ خود پاکستان کے گذشتہ تجربات بھی میری اس گذارش کی تائید کریں گے۔

آپ قوم کی ہر مؤثر قوت کو اگر "پریشر ککر" میں ڈال کر جبریت کی آنچ دیں گے اور بھاپ نکلنے کے راستے بھی بند کر دیں گے تو یہ پریشر ککر اس بُری طرح پھٹے گا کہ پھر کسی کی خیر نہیں۔

محض اسلام اسلام کی رٹ ایسے حادثوں سے قوموں کو نہیں بچا سکتی۔

ہے کوئی سوچنے اور سبق لینے والا!

مدیر ترجمان القرآن کا پتہ

نعیم صدیقی ـــــ منصورہ ـــــ ملتان روڈ، لاہور ۱۸

فون:- ۴۳۰۰۳۲ ـــــ ۴۳۰۰۳۳ ـــــ ۴۳۱۰۹۱